مرزا داراب بیگ جویا کشمیری

کشمیر اپنی تہذیب ، تاریخ اور ثقافت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ ایران اور وسطِ ایشیا سے مذہبی اور ثقافتی تعلقات کے نتیجہ میں کشمیر میں فارسی زبان پھیلی۔ ہندو راجاؤں اور خاندانِ شاہ میر کے ابتدائی دور میں سنسکرت دربار کی زبان تھی۔ لیکن شہاب الدین سلطان کے عہد سے فارسی نے اسکی جگہ لینی شروع کردی جو کہ تعلیم یافتہ طبقوں کی زبان بن گئی تھی۔ ایران سے اس کے روابط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی، تہذیبی اور مذہبی تعلقات کی قدامت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کشمیری حسن اور آرٹ سے کشمیر میں فارسی علم وادب کی توسیع و ترقی میں سب سے نمایاں کارنامہ سلطان زین العابدین کا ہے جو خود شاعر تھا اور فارسی کی نثر میں دو[2] کتابوں کا مصنف تھا۔ علمی کتابوں کے فارسی تراجم کی ہمت افزائی کی۔ سلطان زین العابدین کا بیٹا اور جانشین حیدر شاہ بھی شاعر تھا۔ سلاطین کے نقش قدم پر امراء بھی چلے۔ جن کے اردگرد عالموں کا ہجوم رہتا تھا۔ چک خاندان کے دور میں بھی فارسی علم وادب کی ترویج ہوتی رہی۔ مغلوں کے دور میں فارسی زبان وادب کا عروج ہوا۔ خواجہ حافظ شیرازی نے تخیل کی بلند پروازی کے ساتھ کتنی حقیقت افروز بات کہی ہے[1]

بہ شعر حافظِ شیرازی گویند و می رقصند   سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

اِس مردم خیز خطّے نے بہت سے عالم، فاضل اور شعرا جنم دیئے ہیں جن کو اپنی انفرادی خصوصیات کے لحاظ سے صفحاتِ تاریخ پر نمایاں مقام حاصل ہے کشمیر کے فارسی شعراء میر محسن فانی، شیخ یعقوب صرفیؔ، حبیؔ، غنیؔ، جویا

---

[1] تاریخ ادبیات ایران از براؤن ج ۳ صفحہ ۲۸۴

گویا۔ آشنا، بینش، سلیم کو قبول عام ہے۔ وہ ان کے باکمال ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔ کشمیر کے یہ شعرا ایران کی فارسی شاعری میں ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ اختیار کر چکے ہیں۔ شاعرانہ نکتہ سنجیوں، قدرت کلام اور اصناف شعر پر فنکارانہ قدرت کے اعتبار سے کشمیر کے یہ فارسی شعراء ہر دور میں مقبول رہے ہیں۔

داراب جویا کشمیری کا نام بھی ان شعراء میں شامل ہے کہ جنہوں نے کشمیر کے حسن اور نفاست سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے اسکو اپنا وطن بنایا اور کشمیر میں شعر و ادب کی محفلوں کو گرما کر فارسی علم و ادب کی آبیاری کی ہے مگر افسوس ہے کہ اس شاعر کے حالات بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ داراب جویا کا ذکر جن تذکروں میں ملتا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تاریخ حسن جلد چہارم، تاریخ اعظمی، ریاض الشعراء، مجمع النفائس، تاریخ کبیر کشمیر، صحف ابراہیم، مرات آفتاب نما، تاریخ محمدی، ایران صغیر فارسی ادب بہ عہد اورنگ زیب، صبح گلشن، سفینۂ خوشگو، ریحانۃ الادب، تذکرہ ملوک و فضلا اور تذکرہ شعرائے کشمیر از راشدی، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، پارسی سرایان کشمیر۔

بہر حال ان تذکروں کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جویا کے آبا و اجداد ایران کے رہنے والے تھے۔ چوں کہ اس زمانے میں ہندوستان میں تیموری خاندان شاہانہ فیاضیوں کا دربار بہار رہا تھا اور ایران کے شعراء دولت کی کشش سے ادھر چلے آتے تھے۔ ہندوستان اس معرکہ میں ایران سے بازی لے گیا تھا۔ فارسی شعر کی تاریخ میں ہندوستان کی فارسی شاعری نے ایک خاص جدت اختیار کی اور بقول مولانا شبلی[1] "یہ جدت حکیم ابوالفتح کی تعلیم اور خان خاناں کی شاہانہ فیاضیوں اور شاعرانہ نکتہ سنجیوں کا نتیجہ تھی اور شعر و شاعری کے لئے ابر کرم ثابت ہوئی"[1]

ان حالات کی وجہ سے جویا کے آبا و اجداد نے ایران کو چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا اور کشمیر کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ مرزا داراب بیگ نام اور تخلص

---

[1] شعر العجم حصہ سوئم از مولانا شبلی۔

جویا تھا۔ ملا سامری باپ کا نام تھا۔ چوں کہ ملا سامری خود ایک عالم اور فاضل، سخن فہم اور شاعر تھا اس لئے اپنے بیٹے جویا کی تعلیم و تربیت میں دلچسپی لی۔ جویا کی پیدائش کشمیر میں ہوئی ہے۔ بعض تذکروں کے مطابق جویا کی تربیت تبریز میں ہوئی۔ مگر یہ رائے قرین قیاس سے بعید معلوم ہوتی ہے۔ جویا کا بھائی مرزا کامران بیگ گویا بھی شاعر تھا۔

مؤلف تاریخ کبیر کشمیر لکھتے ہیں کہ داراب جویا مرزا سامری کے فرزند رضا علی تجلی کے ہم درس اور ہم صحبت شاعر ہو گذرے ہیں۔ وہ اہل تشعیہ کے اعتقادات سے منسلک تھے۔ انہوں نے گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں جنم لیا اور ۱۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کا اصلی وطن تبریز تھا۔ ابو طالب کلیم اور مرزا صائب سے بھی مشورہ سخن کیا۔

مؤلف صبح گلشن نے ایک لطیفہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک روز گویا اور جویا دونوں بھائی محمد علی ماہر کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ تو باتوں باتوں میں جویا نے کہا کہ ہم دونوں بھائیوں نے ابو طالب کلیم کے نام اور تخلص دونوں کو برابر تقسیم کر کے اپنا اپنا تخلص اختیار کر لیا ہے۔ محمد علی ماہر نے کہا کہ ایسا نظر آتا ہے کہ اُن کے مطالب اور معنی کو بھی اپنا لیا ہے۔

خواجہ محمد دیدمری لکھتے ہیں کہ کامران مرزا گویا ایک روز نووارد ایرانی شاعر سے بے ادبانہ اور گستاخانہ طور پر ملے۔ شاعر حساس تھا یہ گستاخی برداشت نہ کر سکا اور فوراً کہنے لگا کہ لعنت ہو ایسے سامری پر کہ جس نے تم جیسے گوسالہ کو گویا بنا دیا۔ سالک یزدی اور سالک قزوینی کے ساتھ بھی جویا کے تعلقات دوستانہ تھے۔

جویا کے خاندان کے دیگر افراد بھی شاعر تھے۔ گویا کے علاوہ ان کا ایک اور بھائی مرزا فتح علی بیگ بھی صاحب دیوان شاعر تھا اور ان کا پوتا عبد العلی تحسین بھی شاعر تھا۔ ملک سلطان جو کہ ان کا سالہ تھا فارسی میں شاعری کرتا تھا اور نمکین تخلص تھا۔ جویا کے شاگردوں میں محمد اعظم دیدہ مری، کشمیری، عبد الغنی قبول، فضل علی بیگ، میر سید احمد فائق اور سیادت شامل ہیں۔

جویا کے تعلقات حکام کیساتھ دوستانہ تھے. فاضل خان گورنر کشمیر کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے. کہتے ہیں کہ ان کے حکم پر جویا نے اپنی بہترین مثنوی جھیل ڈل پر لکھی تھی. کلیات میں فاضل خان کے نام جویا کے دو خط بھی ہیں علی مرداں خان اور ابراہیم خان گورنروں کے پاس جویا کا آنا جانا تھا۔

ابراہیم خان کے لڑکے فدائی خان کی تعریف میں ایک رُباعی بھی دیوان میں موجود ہے. فدائی خان نے ۱۶۸۲ء میں تبت فتح کیا تھا جس پر اس کے والد کو پنج ہزاری اور خود فدائی خان کو ایک ہزاری منصب ملا تھا ؎

نواب ما بہ فتح تبت کامیاب شد　　جویا ہزار شکر کہ دُنیا بہ کام ماست

کشمیر کے حاکموں کی نظر میں جویا کو ایک خاص مقام حاصل تھا. ابراہیم خان، حفیظ اللہ خان اور فاضل خان جو یکے بعد دیگر کشمیر کے گورنر ہوئے جویا کی خاص عزت کرتے تھے. جویا نے ان کی تعریف میں قصیدے بھی لکھے تھے. ابراہیم خان کی تعریف میں کہا ہے ؎

نواب در دو نشستہ چوں مردم چشم　　خدام بہ دورش زدہ صف چوں مژگان

جویا کے اشعار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جویا لاہور کے ساتھ بڑی دلچسپی رکھتا تھا. مگر لاہور میں لوگوں نے جویا کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا. چناں چہ جویا نے اس شعر میں لاہور والوں کی ہجو کی ہے. مگر بقول مؤلف فارسی ادب بہ عہد اورنگ زیب جویا کا لاہور کے ساتھ کچھ اور ہی تعلق تھا. وہاں کے دلبروں کی بے جھجک آمیزش جویا کو گرویدہ کئے ہوئے تھی ؎

لاہور کہ دلبرش لبسے عیار است　　از شوخی طبع باکہ ومہ یار است

در راہِ شوق جاناں عزم سفر مبارک　　بر فوج غم دلم را فتح و ظفر مبارک

بستم میاں ہمت جویا بہ سیر لاہور　　اُمید وصل یاری نازک کمر مبارک

جویا نے لاہور کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کی بھی سیر کی تھی اور ہندوستان کے ساتھ ان کو بڑی دلچسپی تھی ؎

در ہند کہ دیدہ راغبارش مددی است　　ہر قبضہ خاک خلد را دست روی است

ہر سو طاؤس مست بر نخل بلند　　ہمچو سبد گل بہ سر سرو قدی است

لیکن ہندوستان کی آب وہوا میں کشتِ اُمید آسانی سے سرسبز نہیں ہوتی بلکہ اسکی آبیاری کی اوقات عزّت نفس سے کرنی پڑتی ہے ؎

در سوادِ ہند دست از لذّت دُنیا بشوی — جز جگر خواری نباشد نعمتی بر خوان ہند
کشتِ اُمیدش درایں کشور نیابد خرمی — تا نریزد آبرو از مرد چوں باران ہند

کہتے ہیں کہ جویا نے ایک سنی عالم کے ساتھ شوخی کی تھی اور کہا ؎

بر سرش گل باد گرز آتشین — بر تنش نار جہنم نور باد

اسی لئے مرزا جویا کی وفات کے موقعہ پر ایک سُنّی شاعر نے اس شوخی کا جواب یوں دیا[1]

رافضی تاریخ جویا بست وصفتش بود کم
چوں کہ گز کردند و راگشت تاریخش دُرست

جویا کو پان کھانے کی بڑی عادت تھی۔ ابراہیم خان گورنر کشمیر اکثر ہندوستان سے ان کے لئے پان منگایا کرتا تھا۔ چناں چہ پان کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

نسبتے باشد بُتانِ ہند را با پان ہند — حاصل نبود بجز خون خوردن از بزان ہند
میکند از بس زموی سرخود آرائی بجاست — گر بدرد آید سر معشوقی مردان ہند!
از فریب وعدۂ ہندی نژادان غافلی — ضعف در پیماں ایں قوم است چوں پیمان ہند

نواب فاضل خان کی فرمائش پر جھیل ڈل کے چراغاں کے موقع پر حسبِ ذیل اشعار لکھے تھے

تعالی اللہ! ازیں بزم دل افروز — کزو شب طعنہ زن گردیدہ بر روز
ازیں بزم چراغاں چشم بد دور — کہ شد چوں صبح صادق مشرق نور
دفورِ نورش از فیض الٰہی! — ز داغ لالہ بنر دودہ سیاہی

مثنوی حسن معنی سے بھی چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

بیا ساقی! بہار آمد بصد رنگ — سوئی کشمیر باید کرد آہنگ
بدہ می تا دمے از خود بر آیم — نخستین کو بہارش را ستایم
تعالی اللہ! زہے کہسار کشمیر — کہ شد در سایہ او آسمان پیر
خصوصاً پیر پنجال فلک شان — بود ماہش چراغ زیر داماں

[1] تاریخ اعظمی ص ۲۰۷ مطبوعہ لاہور۔ از محمد اعظم دیدہ مری

در وصف باغ شالمار

بیا ساقی کہ اِفصلِ لالہ زار است — ہوائی سیرِ باغِ شالہ مار است
تعالی اللہ ازبے فردوس مانند — بہر شاخش دل چوں غنچہ در بند
درو، عالی بنا قصری است پُرنور — کہ بادا از نقابش چشم بد دور
برفعت آسمان آسمان است — خم طاقش برنگ کہکشان است

در تعریف باغِ نشاط

بیا ساقی کہ فصلِ انبساط است — می عشرت بدہ باغ نشاط است
دریں عالی بنا آبِ رواں است — کہ دل کش ہمچو عمرِ جاوداں است
کند فوارہ رش از تر زبانی !! !! — بسر دلبستان مرغ رسانی !
گلش در زیرِ سنبل گشتہ پنہاں — چو در خط گوشۂ گلرنگ خوبان !
درختانش ہمہ معشوق سرکش — ہمہ پیمانۂ لالہ سرکش !
چو ایں گلزار باغ بادشاہی است — نشانش لالہ داغ بادشاہی است

نسیم باغ کی تعریف میں

بیا ساقی خدایم ما کریم است — می آں را دِہ کہ در باغ نسیم است
نسیمش بشگفاند غنچۂ دل — برویاند گل خورشید از گل
سفیدارش بگردوں سرکشیدہ — درختانش جوانان رسیدہ
انارش از لطافت روح راقوت — نماید در نظرہا دُرج یاقوت
زِ شاہ آلو، بود زینت چمن را — کہ وصفش میکند رنگین سخن را
ز انگورش، می عشرت بکام — بود از وصف او شیریں کلامم

باغِ بحر آرا کی تعریف میں

ز وصفِ بحر آرا تر زبانم — فصاحت بندۂ حسن بیانم
تعالی اللہ زہی جوشش بہارش — طراوت سایہ پرورد چنارش
چنارش برکنار ہر خیابان — نماید چوں جوانانِ نمایان
بود ہر برگش از باد بہاری — چو دست مہر گرم رعشہ داری

Scanned by CamScanner

باغِ الٰہی کی تعریف میں

بہشت جاودان باغ الٰہی است / کہ در وی باغبانی بادشاہی است
چنار او کشیدہ سر بکیوان / سرو سر کردہ بالا بلندان
فلک از ہیبت شاخش رمیدہ / زمین در سایہ او آرمیدہ
باد جنبش کے تواند پے برد مہر / یکی از زیر دستانش بود مہر
خوش شہری کہ باغش نور باغ است / ز رشک لالہ اش فردوس داغ است

جوہر ناگ کی تعریف میں

چشمۂ کشمیر و جوہر ناگ او / حوض کوثر در بہشت آمادہ است
گر نہ او آئینہ وجہ اللہ است / دائماً آبش چرا استادہ است
سید تالابہا میخوانمش / دیدۂ بد دور، کوثر زادہ است

یوں تو جویا نے ہر صنفِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ اس میں غزلوں کے علاوہ قطعات، مثنویات، قصائد، رباعیات اور نثر کے نمونے بھی موجود ہیں۔ اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پُر گو شاعر تھے۔ ڈاکٹر محمد باقر لاہوری کے قول کے مطابق جویا کی غزلیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی غزلوں میں تازہ مضامین، استعارات، ترکیبات مجاز، مراۃ النظر اور تمثیل وغیرہ خصوصیات موجود ہیں۔ بعض اشعار میں لطافتِ بیان اور جدّتِ مضامین موجود ہے۔

جویا کی شاعری میں شوکتِ الفاظ، بلند پروازی اور نازک خیالی بہت ہے اور تاثیر کم۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی کے شعرا میں غنی اور مرزا صائب کے کلام سے بہت متاثر ہیں۔ چوں کہ یہ خصوصیات خارجی ہیں داخلی نہیں ان کی بنیاد تخیل پہ ہے جذبات پر نہیں۔ اس سے جویا کی شاعری کا بیشتر حصہ خارجی خصوصیات کا حامل ہے۔ بقول علامہ اقبال یہ دَور طاؤس و رباب کا دَور تھا۔ جویا کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ ترفن کے متوالے تھے۔ چناں چہ ان کی اکثر غزلیں دستکاری اور میناکاری کی شکار ہوگئیں ہیں اور ان میں رنگِ تغزل کی بھی کمی ہے اس کی وجہ صرف زورِ تخیل ہے۔ آخری دَور کے کلام میں تخیل کی بلندی اور پرواز کا تعلق سادگی اور

Scanned by CamScanner

تصنع سے ہے۔ اس لئے رعایت لفظی، ابہام اور فرضی تشبیہات، استعارات سے بچنا ناممکن ہو جاتا ہے ؎

نگاہِ او چو خون ریز است از پہلوی مژگانش
چو ماہی با خود این خنجر ہزاران نیشتر دارد

خوش است بوسہ بر آن لعلِ خط رمیدہ خوش است
بے حلاوت شفتالوی رمیدہ خوش است

شد بہار و بیخود یم از نشہ جام ہوا !
توبۂ ما را شکست امروز ابرام ہوا !!

ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا ایران کے ایک جدید تنقید نگار اور مفکر نے جویا کے کلام کو سراہا ہے اور جویا کے رنگ تمثیل کی بڑی تعریف کی ہے۔ کیونکہ جویا نے تمثیل کے پیرایہ میں مجازی اور استعاری ترکیبات کا استعمال کیا ہے جو بہت موزون اور برمحل ہے ؎

یاقوت را مناسبتی نیست با لبش — یعنی کہ با نبات چہ نسبت جماد را
در حیرتم کہ جاں بکجا اتش فدا کنم — از بس گرفتہ شوق سراپای او مرا

جویا کی رباعیات میں تاثر، سوز، سادگی اور شیرینی ملتی ہے ؎

جویا! خود را بشعر مشہور مکن — بسیار ازیں مقولہ مذکور مکن
باشد نمک صحبت اصحاب سخن — بے قاعدہ اش صرف مکن شور مکن

معشوقی او اگرچہ باشد بکمال — بیگانہ دیدہ ہاست آں حسن و جمال
ہمچوں نرگس بہ ہیچ چارہ نبرد — گر چشم زششش جہت برآرد پر و بال

قصیدے میں وہ شکوہ الفاظ، بلندی مضامین اور نازک خیالی کا خیال رکھتے ہیں۔ ذیل کا قصیدہ جویا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں لکھا ہے۔ اس میں قصیدے کے تمام لوازمات موجود ہیں اور یہ قصیدہ اُن کے اُستادِ فن ہونے کی دلیل ہے۔ یہ قصیدہ فارسی زبان کے مشہور

قصیدہ گو شاعر خاقانی کے طرز میں لکھا گیا ہے۔ صفائی، بندش، سلاست اور استواری کلام ہر جگہ نظر آتا ہے۔ خوش آہنگ الفاظ سے موسیقی کا عالم پیدا کر دیتا ہے ؎

نو بہار درد م و داغت گل سودای من
صد چو مجبوب بند پا گم کردہ صحرای من
چاک شد دامان صحرا از خراش نالۂ ام
من کجا و درد ہجر او کجا ای وای من
خشک شد خون در رگ گل بے بہار جلوہ ات
نو بہار من گل من سرو من رعنائی من

بقول نور الحسن انصاری جویا اس دور کے عام انداز کی طرح بڑی پُر تکلف اور مرصع نثر لکھتے تھے۔ دیباچہ نگاری سے اُنہیں خاص دلچسپی تھی۔ کلیات میں چار کتابوں پر دیباچے موجود ہیں۔

مآخذ

(۱) کلیات جویا از ڈاکٹر محمد باقر پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
(۲) گنج سخن تالیف ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا ج ۳۔
(۳) واقعات کشمیر از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری۔
(۴) تاریخ حسن جلد چہارم۔
(۵) ریحانتہ الادب ج ۱۔
(۶) سفینہ خوشگو۔
(۷) مخزن الغرائب ج ۱۔
(۸) صحف ابراہیم۔
(۹) تذکرہ حسینی
(۱۰) صبح گلشن

Scanned by CamScanner

کتابیات

(۱) ریاض الشعرا
(۲) براۃ آفتاب نما
(۳) شمع انجمن
(۴) تاریخ حسن جلد چہارم
(۵) تذکرہ شعرائے کشمیر راشدی جلد اول
(۶) آتشکدہ
(۷) شعر العجم جلد سوم
(۸) سرو آزاد
(۹) مجمع النفائس
(۱۰) تاریخ اعظمی
(۱۱) تذکرہ حسینی
(۱۲) تذکرہ نصر آبادی
(۱۳) صحف ابراہیم
(۱۴) نتائج الافکار
(۱۵) شاہ جہان نامہ
(۱۶) کلمات الشعراء
(۱۷) رود کوثر از اکرام
(۱۸) بزم تیموریہ
(۱۹) کشمیر صوفی
(۲۰) کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ سروری مرحوم

Scanned by CamScanner

(۱۱) ایران صغیر از عبدالحمید عرفانی۔
(۱۲) کشمیر انڈر سلطانز از محب الحسن۔
(۱۳) کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ۔
(۱۴) کشمیر از ڈاکٹر صوفی پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
(۱۵) دانش شمارہ ۲۔ جولائی ۱۹۷۱ء
(۱۶) فارسی ادب بہ عہد اورنگ زیب۔
(۱۷) تاریخ محمدی۔
(۱۸) مجمع النفائس۔
(۱۹) مرات آفتاب نما۔
(۲۰) تذکرہ ملوک و فضلا۔
(۲۱) تذکرہ شعرائے کشمیر از راشدی۔
(۲۲) شعر العجم حصہ سیوم از مولانا شبلی۔
(۲۳) ریاض الشعراء۔
(۲۴) تذکرہ ہمیشہ بہار۔
(۲۵) ریاض الافکار۔
(۲۶) ید بیضا۔
(۲۷) تاریخ ادبیات ایران از براؤن ج ۳

Scanned by CamScanner